۲۹

مولانا سید ابرار احمد صاحب دھولیویؒ

(شیخ الحدیث فلاح دارین ترکیسر)

ولادت: مؤرخہ ۲۴/ذوالحجہ ۱۳۶۱ھ روز جمعہ مطابق یکم جنوری ۱۹۴۳ء کو نواپور ضلع دھولیہ میں حضرت مولانا سید شجاع الدین صاحبؒ کے یہاں ایک اور خورشید طلوع ہوا، وہ بچہ جس کو مستقبل میں واقعتاً صفِ ابرار میں شامل ہونا تھا بلکہ اپنے دور کا امام الابرار بننا تھا اس کا نام بھی الہامی طور پر والدین کی زبان سے ابرار احمد تجویز ہوا، پھر دنیا نے دیکھا کہ جیسا نام رکھا گیا ویسا ہی وہ اپنی شخصیت اور کردار کے آئینہ میں صف ابرار میں شامل ہی نہیں کامل بن کر نکلا۔

یتیمی کا شرف: مولاناؒ ۹/۱۰ سال ہی کے تھے کہ والد محترم نے اس دنیائے فانی کو الوداع فرمایا

(اور زندگی کے آخری لمحات میں کن في الدنيا كأنك غريب او عابر سبيل کا نمونہ پیش فرما دیا) پھر کچھ عرصہ میں والدہ محترمہ بھی اللہ کی رحمت میں پہنچ گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون، اس طرح حضرت مولاناؒ کو غیر اختیاری طور پر سنت نبوی کے مطابق دونوں طرف سے یتیمی کا داغ برداشت کرنا پڑا اور اس طرح بچپن میں ہی حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ کے ساتھ یک گونہ مشابہت ہوگئی، آپ کے والد صاحب کے انتقال کے بعد تربیت کی تمام تر ذمہ داری آپ کے چچا (حکیم سید رفیع الدین صاحب جیلانیؒ) اور بڑے بھائی (حکیم سید ضیاء الدین صاحب مدظلہ) اور بڑے بہنوئی (حضرت مولانا حکیم فخر الدین عثمانیؒ فاضل دار العلوم دیوبند) کے سر آپڑی، چونکہ مولانا کا سارا ہی خاندان علمی تھا گھر میں علم و دین داری کا چرچا تھا اس لئے تعلیم میں محنت اور ذوق وشوق، توجہ وانہماک کے ساتھ مشغول رہے تا آنکہ شعبان ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے اعلیٰ نمبرات اور نہایت نیک نامی کے ساتھ فراغت حاصل کرلی۔

جامعہ ڈابھیل میں قیام اور اساتذہ: جامعہ ڈابھیل میں آپ کا قیام پانچ برس رہا اور درجۂ سوم سے دورۂ حدیث تک متعدد اساتذہ سے پورے ادب واحترام کے ساتھ کسب فیض کیا مگر جن اساتذہ کی آپ پر خصوصی توجہ رہی اور جن کی علمی عملی تابناکیوں سے آپ خوب مستفیض ہوئے ان میں حضرت اقدس مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تلمیذ حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ) اور حضرت مولانا عبد الغفور صواتی رحمۃ اللہ علیہ استاذ معقول ومنقول جامعہ ڈابھیل بہت نمایاں تھے۔

آپ نے بخاری شریف اور ترمذی شریف شیخ الحدیث جامعہ حضرت اقدس مولانا محمد ایوب صاحب اعظمیؒ سے، صحیح مسلم حضرت مولانا محمد آدم صاحب طالعپوریؒ (شاگرد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ) سے، ابوداؤد شریف، جلالین شریف، ہدایہ اولین حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب پالنپوریؒ (شاگرد وخلیفۂ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ) سے، طحاوی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف حضرت مولانا مفتی احمد بیمات صاحبؒ (تلمیذ حضرت مدنیؒ) سے پڑھی۔

بقیہ کتب دورۂ حدیث انہی اساتذہ سے، ہدایہ آخرین، مختصر المعانی حضرت مولانا عبد الغفور صواتیؒ، مقامات اور شرح وقایہ حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی مدظلہ، نور الانوار حضرت مولانا قمر الدین بڑودوی مدظلہ، ترجمۂ قرآن کریم حضرت مولانا ابراہیم صاحب اندوروی مدظلہ، اصول الشاشی حضرت مولانا یعقوب صاحب کاوی قاسمی مدظلہ سے پڑھیں، اسی دور میں مولانا خیر الرحمٰن صاحب بھی مدرس تھے اس لئے بقیہ کتب ان ہی او پر مذکور اساتذۂ کرام میں تقسیم ہوں گی۔

اس دور کے تمام اساتذہ لائق وفائق اور ذی استعداد تھے اور آپ نے بہت ہی کامیابی اور عمدگی سے تعلیمی سلسلہ کو پورا فرمایا۔

فراغت کے بعد: فراغت کے بعد آپ نے سلف صالحین کے طرز پر اصلاح باطن کی طرف توجہ فرمائی اور مصلح الامت حضرت اقدس شاہ وصی اللہ صاحب اعظمی ثم الٰہ آبادیؒ از ارشد خلفاء حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی خدمت میں سفراً وحضراً دو سال قیام فرما کر اپنے باطن کو جلا بخشی اور مجاز صحبت کے اعزاز سے مشرف ہوئے، رمضان ۱۳۸۷ھ میں حضرت شاہ صاحبؒ نے سفر حج کرتے ہوئے انتقال فرمایا تو آپ سہارنپور تشریف لے گئے اور برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا زکریا صاحب کاندھلوی ثم المدنیؒ کی خدمت میں چھ ماہ قیام فرما کر وطن تشریف لائے، سہارنپور قیام کے زمانہ میں مظاہر علوم میں متعدد کتابوں کی سماعت کے لیے بھی تشریف لے جایا کرتے تھے ان میں خاص طور سے بخاری شریف حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے یہاں اور طحاوی شریف حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مظاہر علوم وخلیفۂ حضرت تھانویؒ کے یہاں ہوتی تھی ان میں اہتمام سے سماعت فرماتے تھے اس زمانہ میں امام النحو علامہ صدیق احمد صاحب کشمیریؒ کے درس شرح جامی اور حضرت مولانا محمد یامین صاحبؒ کے درس سلم العلوم کی بڑی شہرت تھی کبھی کبھی ان اسباق میں بھی شرکت فرمائی ہے۔

بعد میں حضرت حکیم الاسلام فخر الاماثل حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دار العلوم دیوبند سے بیعت ہوئے اور مجاز بیعت ہوئے، آپ کو حضرت حکیم الاسلامؒ سے ایسا عشق وتعلق

نصیب ہوا کہ شکل وصورت اور تقریر وخطابت میں ''طیب ثانی'' کہلائے جانے لگے۔

تدریس جامعہ ڈابھیل: علوم ظاہرہ وباطنہ کی تکمیل کے بعد جب ان کی اشاعت کا وقت آیا تو مادر علمی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل نے ہی سبقت کی جس نے طالب علمی کے زمانہ کی علمی عملی صلاحیتوں کو دیکھ کر تابناک مستقبل کا پہلے سے اندازہ کرلیا تھا وہ بھلا اس جوہر منیر کو دوسروں کے حوالہ کیسے کر دیتا، چنانچہ شوال ۱۳۸۸ھ سے حضرت مولاناؒ کا تقرر جامعہ اسلامیہ میں ہوگیا اور ابتدائی عربی سے لے کر متوسطات تک کتابیں مولانا کے سپرد کی گئیں، سال پورا نہیں ہوا کہ مولاناؒ کی محبوبیت ومقبولیت تمام طلبہ کے قلوب میں راسخ ہوگئی، جامعہ کے کرتادھرتا مدیر ومہتمم حضرت مولانا محمد سعید بزرگ صاحبؒ پہلے ہی سے اس جوہر کے قدرشناس تھے دوسرے سال بھی متوسطات کی متعدد کتابوں کو قابلیت کے ساتھ پڑھا دینے پر درجۂ علیا کی کتابیں سپرد کرنے کا تہیہ کرلیا اور تیسرے سال آپ کو مدرس حدیث بنا کر مشکوۃ شریف دی گئی، مشکوۃ شریف کی یہ پہلی جماعت بھی قابل تھی اس میں کئی طلبہ نہایت ذہین اور محنتی تھے مولانا کو بھی پڑھانے اور حدیث شریف کے اسرار وحکم بتانے میں بڑا لطف آیا، حدیث وتفسیر میں آپ کے تحقیقی جوہر کھلے اور مولانا کی تدریس کی شہرت بلاتفریق تمام طلبہ ومنتظمین میں ہوگئی چوتھے سال دورۂ حدیث کی ایک اہم کتاب ابوداؤد شریف آپ کی طرف منتقل ہوئی اور اس طرح علمی ترقی کے سماء ہفتم پر بلامنازعت فائز ہوگئے۔

علمی حلقہ کے حضرات جانتے ہیں کہ کسی مضبوط قدیم عربی ادارہ میں جہاں قابل سے قابل اساتذہ موجود ہوں اور پھر وہ مادر علمی بھی ہو اتنی جلد ترقی کا ملنا اور امہات کتب حدیث کی تدریس کا شرف حاصل ہونا صرف اور صرف ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ کا مصداق ہی ہوسکتا ہے، پانچویں سال حدیث شریف کی ایک اور اہم کتاب صحیح مسلم آپ کے سپرد ہوئی اس طرح دورہ کے دو گھنٹے اور دو اہم کتابوں مسلم شریف اور ابوداود شریف کا درس دینے لگے اور آپ کا علمی شہرہ ثری سے ثریا تک جا پہنچا، چھٹے سال ابوداود شریف ایک نئے مدرس کی طرف منتقل ہوئی اور آپ کے پاس مسلم شریف کا درس رہا اور یوں جس مادر علمی سے چند سال پہلے فراغت ہوئی تھی اسی عظیم ادارہ کے مدرس

اعلیٰ مدرس حدیث دوم کے اونچے منصب پر سرفراز ہوئے۔

اس عالم رنگ وبو میں عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی شخصیت علمی وعملی اعتبار سے خواہ دنیوی اعتبار سے ایک دم ترقی کرنے لگے تو نظر بد کا بھی بہت جلد شکار ہونے لگتی ہے، کہیں حسد، کہیں عداوت اپنا رنگ دکھا جاتی ہے، اللہ کی شان جل جلالہ کہ جس مہتاب سے جامعہ کے در ودیوار روشن اور اس کی مہک سے مشام جان معطر تھے اچانک اسے گہن لگا اور جامعہ میں ایسا بحران آیا جو کئی اساتذہ کے جامعہ سے سبکدوش اور مستعفی ہونے پر منتج ہوا، اس لپیٹ میں ہمارے حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحبؒ بھی آگئے، اور بالآخر ۱۳۹۴ھ میں جامعہ کی خدمات سے کنارہ کش ہونا پڑا، ولله الأمر من قبل ومن بعد۔

دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر میں تشریف آوری: جامعہ کے اس حادثہ کا اثر دور دور تک ہر خاص وعام پر پڑا اور یقیناً حضرت مولاناؒ پر بھی اس کا جو اثر ہونا چاہیے قدرتی بات تھی، اور شاید اسی میں درجات عالیہ کی ترقی اور رضا بالقضا کا سبق پوشیدہ ہو، گو آپ جامعہ سے علیحدہ ہوئے اور ایک اونچے منصب کو بادل ناخواستہ چھوڑا مگر فوراً ہی متعدد مدارس عربیہ سے شیخ الحدیث کے منصب پر تقرر کی دعوتیں آئیں انہی میں ایک دعوت آپ کے سابق استاذ محترم حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی مدظلہ (فاضل جامعہ اسلامیہ ڈابھیل) نے دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر کے لیے استاذ حدیث کے لیے پیش کی۔

دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر گو تاسیس وبنا کے اعتبار سے زیادہ قدیم نہیں تھا مگر اس کے بانی اور منتظمین کی علو ہمت اور مالیات کی فراوانی اور اس کے مدیر ورئیس الجامعہ حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی مدظلہ کا تدبر اور حسن انتظام کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے بہت جلد قبول نصیب ہوا اور تھوڑے عرصہ میں ہی گجرات کے معیاری مدارس میں اس کا شمار ہونے لگا۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ اہل علم وفضل وکمال دارالعلوم فلاح دارین میں جمع ہوں، بعض مرتبہ ایک ایک مدرس کے لیے وہ یوپی کے دور دراز دیہات کے مدارس

میں بھی تشریف لے گئے اور وہاں سے قابل مدرس کو لے آئے ان کی نظر سے مولانا مرحوم کیسے چوک جاتے پھر مولانا کاپودروی مدظلہ مولانا مرحوم کے استاذ بھی ہوتے ہیں زمانۂ طالب علمی کی محنت جدوجہد، سلامت طبع وحسن ادب سے پوری واقفیت، پھر جامعہ ڈابھیل میں مولانا کی شہرت علمی وعملی خود جامعہ ہی انہیں کہاں چھوڑنے پر راضی وہ تو ایک بحرانی کیفیت تھی جس کا اثر تھا کہ مولانا استعفیٰ دینے پر مجبور اور ارباب جامعہ اس کے قبول کرنے میں معذور ہوئے۔

بہرحال حضرت مولاناؒ نے مدیر فلاح دارین کی پرزور دعوت قبول فرمالی اور شوال ۱۳۹۴ھ میں ترکیسر کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے رونق بخشی، چونکہ فلاح دارین میں پہلے سے ہی دو تین قدیم معمر اساتذۂ حدیث درس حدیث پر فائز تھے اس لیے حضرت مولاناؒ کو ابوداود شریف دی گئی جس کو مولانا نے بہت ہی حسن وخوبی سے پڑھایا اور مسلسل چھ سال آپ کے پاس اس کا درس رہا اس کے علاوہ مشکوۃ شریف وجلالین کی ایک ایک جلد کا سبق بھی آپ کے پاس بدل بدل کر ہوا کرتا تھا۔

شوال ۱۴۰۰ھ میں دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر میں دورۂ حدیث کے فضلاء کے لئے دورۂ تفسیر کا افتتاح ہوا اس وقت دورۂ حدیث کی کتابوں میں کچھ ترمیم ہوئی اور حضرت مولاناؒ کے نام مسلم شریف منتقل ہوئی (ساتھ ہی تفسیر ابن کثیر کا ایک حصہ اور تفسیر جلالین کی ایک جلد رہی) حضرت مولاناؒ نے دارالعلوم فلاح دارین میں مسلم شریف کا درس انتہائی ضبط واتقان اور تحقیق وتدقیق کے ساتھ متواتر دس سال دیا اور اس طرح صحیح بخاری کے بعد جس کتاب کا غایت صحت اور حسن صنعت میں مقام تھا اس کی تدریس سے بہرہ ور ہوتے رہے۔

منصب شیخ الحدیث پر: حضرت مولاناؒ کے ذمہ جس کتاب کی تدریس متعلق ہوتی آپ اس کے لیے بھرپور مطالعہ فرماتے شروع حدیث کی تمام متعلق کتابوں پر تحقیقی نظر فرماتے پھر اسرار ومعارف اور رموز وحکم سے بھی آپ کو حظ وافر نصیب ہوا تھا اس پر مستزاد فطری ذکاوت وذہانت تدریس حدیث وتفسیر کے وقت ایسے جواہر ونکات بکھیرتے کہ طلبۂ علوم دینیہ کو ہر موضوع پر سیر حاصل بحث ملتی اور مکمل تشفی ہوجاتی، پھر آپ کے اخلاق کریمہ، رأفت ورحمت اور شفقت علی الطلبہ نے باوجود سکینہ

ووقار ظاہری وباطنی کے آپ کو طلبہ واساتذہ ومنتظمین میں انتہائی محبوب اور گرویدہ بنالیا تھا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطابت ووعظ میں بھی ملکۂ تامہ عطا فرمایا تھا جس کی بنا پر فارغ اوقات میں مختلف دیہات وامصار میں تشریف لے جاتے اور خلق خدا کو وعظ ونصیحت فرماکر اللہ تعالیٰ سے جوڑتے، ان سب مجموعی محاسن وکمالات کی بنا پر ارباب نظم وانتظام کے دلوں میں مدت سے یہ خواہش تھی کہ حضرت مولاناؒ کو شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز کیا جائے اور تدریس بخاری شریف آپ سے متعلق کردی جائے مگر کل شيء مرهون بأوقاته شوال ۱۴۱۰ھ میں اس کا فیصلہ ہوا اور عمر کے آخری حصہ میں منصب شیخ الحدیث پر فائز ہوئے جس کو علمی ترقی کا ہمالیہ نشان کہا جاتا ہے۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

آپ سے متعلق بخاری شریف جلد اول کی گئی اس کے لیے آپ کس قدر مطالعہ اور محنت فرماتے اور تحقیق سے پڑھاتے اس کا اندازہ مولانا محمد ایوب سورتی (رکن مجلس دعوۃ الحق یو۔کے) کے نام ایک خط سے لگایئے جس میں تحریر فرماتے ہیں:

بخاری شریف گذشتہ ہفتہ تک رات میں بعد مغرب پڑھائی اور آخری سال میں بعد عشاء بھی پڑھائی ہے، ماشاء اللہ عجیب کتاب ہے، بڑا ہی مزہ آوے ہے، عینی، فتح الباری، فیض الباری، لامع الدراری، الخیر الجاری، قسطلانی اور نہ معلوم کون کونسی شرحیں کھنگالتا رہتا ہوں بہت ہی لطف آوے ہے ڈیپ اسٹڈی کرنا پڑتی ہے، اللہ پاک قبول فرمائے۔ (مکتوب ۱۱رج ۱ر۱۴۱۱ھ)

بخاری شریف جلد اول کا درس وفات تک اسی طرح جاری رہا اس طرح صحیح بخاری جلد اول پانچ مرتبہ پڑھائی چھٹی مرتبہ ذیقعدہ ۱۴۱۵ھ میں شروع کرائی مگر علالت اور ضعف ونقاہت کا دور شروع ہوچکا تھا مختلف وقفوں سے دو تین مرتبہ پڑھا سکے کہ ۱۷رذوالحجہ ۱۴۱۵ھ کو آپ نے اس عالم فانی کو خیرباد کرکے عالم بقا کی راہ لی، رحمة الله رحمة الابرار الصالحين۔

کل زمانۂ تدریس: دیکھا جائے تو حضرت مولاناؒ کا کل زمانۂ تدریس ۲۷ر برس ہے جس میں ابوداود شریف ۸ر مرتبہ، مسلم شریف ۱۲ر مرتبہ، بخاری شریف ۵ر مرتبہ، اور مشکوۃ شریف اور جلالین

شریف ۲۵ رسال میں تقریباً ہر سال دونوں یا کسی ایک کی کوئی نہ کوئی جلد ضرور رہی بالخصوص آخری برسوں میں جلالین اول کا درس آپ سے زیادہ متعلق رہا، اس طرح آپ بلاتکلف ''شیخ الحدیث والتفسیر'' کے موزوں لقب سے بہرہ ور ہوئے۔

وعظ وخطابت: اللہ تعالیٰ نے حضرت مولاناؒ کو وہبی طور سے طلاقت لسانی اور فصاحت وبلاغت بیانی عطا فرمائی تھی، گھر اور خاندان میں صاف اور شستہ اردو بولی اور پڑھی جاتی تھی، بچپن میں اردو کی سینکڑوں کتابیں پڑھ لی تھیں، جب عربی میں لگے تو اس فن میں بھی مہارت حاصل کی عربی کہنے بولنے پر کافی قدرت حاصل ہوگئی، طالب علمی کے زمانہ ہی سے مدارس میں تقریر کی مشق انجمنوں کے ذریعہ کرائی جاتی ہے، حضرت مولانا بچپن ہی سے اس میں نمایاں رہے اور جب جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں داخل ہوئے تو اور زیادہ شستہ اور سلجھی ہوئی تقریر کرنے لگے تمام طلبہ میں آپ کو ایک خاص امتیاز حاصل تھا۔

آپ کی طالب علمی کے ایک بے تکلف رفیق حافظ سلیمان جوگیات صاحب کے والد نے ان سے کہا کہ جامعہ سے کسی استاذ کو ہمارے گاؤں میں تقریر کے لیے ساتھ لانا وہ چھٹی لے کر مولانا کو ہی اپنے ساتھ کھروڈ لے آئے، والد صاحب کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ تو طالب علم ہیں تو ان پر برہم ہوئے کہ طالب علم کیا تقریر کرے گا مگر رات کو جب مولانا نے جوش وخروش سے بیان کیا تو ان کے والد نہایت حیران ہوئے اور خوش، اور کہا کہ اس طالب علم کا مستقبل انشاء اللہ بہت تابناک ہوگا پھر تو وہ مولانا کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ آخر عمر تک مولانا ہی کو ہر خوشی وغمی کے موقعہ پر بلوا کر وعظ کہلواتے۔

یہ تو طالب علمی کے دور کی بات تھی پھر تو جوں جوں علم میں جلا اور ترقی ہوتی گئی اور ارباب قلوب صافیہ کے مناہل علم وعرفان سے سیرابی ہوتی گئی اسی قدر آپ کی خطابت علم وحکمت کے آبدار موتیوں سے مزین ہونے لگی اور سامعین آپ کے مواعظ حسنہ سے مستفید ہونے لگے، آپ کے خطابت کا باقاعدہ سلسلہ جامعہ کے دور تدریس سے ہی شروع ہوتا ہے اور قرب وجوار میں عموماً شب جمعہ اور تعطیلات میں تشریف لے جاتے۔ (حیات ابرار ص/۱۱۹ تا ۱۳۰)